

ہندومت اور بدھ مت میں تصورِ آہنسا (عدم تشدد) کا اسلامی تعلیمات کے ساتھ تقابل

A Research Review of The Writings of Muhammad Mateen Khalid in context of Aqeedah Khatam-e-Nubuwwat

Muhammad Yousaf

Ph.D Scholar Abdul Wali Khan University Mardan

Email: Yousaf0345@gmail.com

Haseena

Ph.D Scholar Abdul Wali Khan University Mardan

Email: Haseenag407@gmail.com

Irfanullah

Ph.D Scholar Abdul Wali Khan University Mardan

Email: irfanullah2728@gmail.com

Abstract

Allah almighty has created all human beings in different nature. He knows the origin of human. In the present age, where there comes a discussion in the society about the equality tolerance, love and patience, some people, fearful due to popularity Islam, starts a propaganda against Islam. They are trying to declare Islam a terrorist religion, but their propaganda will never succeed. The moderate people who have studied Islam, knew the reality of Islamic teachings. Here is a comparison of Hinduism and Buddhism with Islam. Though, statistical teachings eminently look human-friendly, but firstly these teachings are against human nature. Secondly, these teachings are not practicable. Thirdly, if these teachings bring forth into practice, human society will definitely come to a decline. If you become habitual of bearing cruelties, it will increase its severity which leads to the complete destruction of human society. In contrast, Islamic teachings offer balanced and natural system, which leads to the establishment of a high-rated human society, it is also crystal clear that all the Islamic teachings are permanent and immortal. Therefore the world will be an abode of peace and love in real sense by adopting Islamic teachings.

"اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مختلف طبائع کا مجموعہ بنایا ہے، وہی انسان کی اصلیت جانتا ہے۔ دورِ حاضر میں جہاں انسانی معاشروں میں رواداری، برداشت، محبت اور صبر و تحمل کے حوالے سے بحث ہوتی رہی ہے، وہاں کچھ لوگ اسلام کی مقبولیت سے خائف ہو کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کرنے لگے اور اسلام کو ایک متشدد مذہب ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے، لیکن اسلام کے خلاف ان کا یہ پروپیگنڈا بھی ناکام ہوگا، کیونکہ جن معتدل مزاج لوگوں نے اسلام کا مطالعہ کیا، ان پر اسلام کے روشن تعلیمات کی حقیقت عیاں ہوگئی۔ یہاں پر دنیا کے ہندومت اور

بدھ مت کے آہنسا (عدم تشدد) کا اسلامی تعلیمات کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ آہنسا کی تعلیمات ظاہری طور پر انسان دوست نظر آتی ہیں، لیکن ایک تو یہ تعلیمات انسانی فطرت کے خلاف ہیں، دوسرا ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں، تیسرا یہ کہ اگر اس چیز کو عملاً رائج کیا بھی جائے، تو انسانی معاشرے کو فائدے کی بجائے نقصان ملتا ہے۔ اگر آپ ظالم کا ہاتھ روکنے کے بجائے اپنے آپ کو ظلم سہنے کا عادی بنا لے، تو ظلم اور بڑھے گا، جو بالآخر انسانی معاشرے کے مکمل تباہی پر منتج ہو گا۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات ایک متوازن اور فطری نظام پیش کرتا ہے، جس پر عمل کرنے سے ایک اعلیٰ انسانی معاشرے کا قیام یقینی ہے۔ پھر یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ اسلام کی پیش کردہ تمام تعلیمات اور ہدایات دائمی اور ابدی ہیں، اس لیے اسلامی تعلیمات کو اپنا کر دنیا کو حقیقی معنوں میں امن و محبت کا گہوارا بنایا جاسکتا ہے۔"

اسلامی تعلیمات کے مطابق رب کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات کے مقام اعلیٰ پر فائز کرنے کے بعد تمام دیگر مخلوقات کو انسان کا خدمت گزار بنایا۔ اور انسان کو اپنی عبادت کے لیے اور عبادت کا نظام قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔۔۔¹

اسی طرح فرمایا کہ انسانوں اور جنوں کو بھی اللہ نے اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔۔۔²

اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اس کے پورے نظام کو پیدا کرنے کے بعد امانتِ امامت کی ذمہ داری سب کے سامنے پیش کر دی کہ کون اس کو نبھائے۔ زمین و آسمان اور پہاڑ جیسے مضبوط مخلوقات نے اس بار امامت کو اٹھانے سے معذرت کر لی، لیکن پانچ چھ فٹ کے انسان نے اس بار کو اٹھانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ قرآن حکیم میں اس واقعے کا ذکر ملتا ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا³

لہذا ایک ذمہ دار کی حیثیت سے وہ ان اشیاء کا خیال رکھے گا اور ان کو ضائع نہیں کرے گا۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ ان چیزوں کو معبودیت کے مقام پر فائز کر دے۔ ان اشیاء سے ضرورت کے مطابق فائدہ اٹھایا جائے۔ خالق کائنات نے نہ صرف ان کی غذا کا انتظام فرمایا، بلکہ ساتھ ان چیزوں سے اچھے طریقے سے فائدہ اٹھانے کا حکم بھی دے دیا اور ان طریقوں سے منع فرمادیا جس میں ان مخلوقات کو تکلیف پہنچتا ہو۔

انسانوں کے درمیان ہر کام کو اعتدال سے کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور اپنے برگزیدہ بندے ان کے پاس کے پاس بھیجے، تاکہ ان کی تربیت کر سکے، انسانوں کے اندر جو فطری نور اللہ کریم نے پیدا کیا ہے ان کو مزید جلا بخش دے۔ لیکن بعض اوقات جب اسے ہدایت نہیں ملتی تو وہ اپنے ذہن سے ایسے طریقے تراشا رہتا ہے، کہ ان کے مشکلات میں مزید اضافے کا باعث ہوتا ہے، اور انسان کو منصب امامت سے گرا دیتی ہے۔ ان تمام سلسلوں میں شیطان کا بھی اہم کردار ہے، جو انسان کے انتہا پسندانہ رویوں کو مزید تقویت پہنچانے میں مددگار ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان اپنے معاشرے میں خرابیوں کو دیکھ کر ان کی اتنی مخالفت شروع کر دیتا ہے کہ معتدل راستہ اختیار کرنے کی بجائے انتہائی اقدام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تاریخ پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اوقات معاشرے کی تلخی اسے ایسا رویہ اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ مثلاً ماضی قریب میں جب سرمایہ دارانہ نظام نے انسانوں کے لیے جینا دو بھر کر دیا تو انھوں نے اشتراکیت کی شکل میں ایک انتہا پسندانہ رستہ اختیار کیا۔

ہندوستان میں جب ہندوؤں کے غلط رسومات اور چھوت چھات کے غیر انسانی رویوں سے لوگ تنگ آ گئے تو کبھی بدھ مت اور کبھی جین مت میں پناہ ڈھونڈنے لگے، لیکن بالآخر اسلام ان کا نجات دہندہ ٹھہرا۔

قربانی کا تصور، دنیا کی اکثر قوموں میں موجود رہا ہے، اصل میں یہ تصور الہامی مذاہب ہی سے مشرکانہ مذاہب نے اخذ کیا تھا۔ ہابیل اور قابیل کے واقعے میں بھی ہم قربانی کا ایک سبق دیکھتے ہیں۔ ہندو مذاہب نے بھی قربانی کا ایک تصور لیا۔ وہ مختلف جانوروں کو اور بعض جگہوں پر انسانوں کی قربانی کے بھی قائل تھے کہ اپنے دیوتاؤں کی خوشی کے لیے وہ ایسا کرتے تھے۔ سب سے پہلے جین مت اور ان کی دیکھا دیکھی بدھ مت نے اپنے پیروکاروں کو عدم تشدد دیا جسے وہ آہنسا یا آہنسا کہتے ہیں، کا درس دیا کہ کسی بھی ذی روح کو تکلیف نہ دی جائے گی۔

ہندومت میں آہنسا کا عقیدہ: چنانچہ ہندومت کے بڑوں نے بھی ان سے متاثر ہو کر یہ نظریہ اپنایا۔ حافظ محمد شارق لکھتے ہیں:

"ہندو مذاہب پر پانچویں صدی قبل مسیح کی دو تحریکوں کا بہت اثر پڑا ہے: ایک جین مت اور دوسرا بدھ مت۔ بت پرستی کے علاوہ آہنسا یا آہنسا کا تصور بھی ہندوؤں نے ان مذاہب کے پیروکاروں سے ہی سیکھا تھا۔ آہنسا کے لغوی معنی عدم تشدد ہے۔ ہندومت کے تمام فرقوں میں ان دونوں مذاہب سے قبل قربانی کی رسم رائج تھی، حتیٰ کہ بعض فرقوں کے نزدیک پرش میدھ یعنی انسانی قربانی بھی ثواب کا موجب تھی۔ لیکن ان مذاہب کے ظہور کے بعد لوگوں میں عدم تشدد کا فلسفہ رائج ہوا، لوگوں میں یہ تصور اس قدر طاری ہو چکا تھا کہ بلا ضرورت کسی بھی جاندار کو مارنا ان کے نزدیک جائز نہیں تھا، اس تصور کی وجہ سے ہندو راہبوں نے اپنی زندگی انتہائی کٹھن کر دی تھی۔ وہ پانی نہیں ابال سکتے تھے کیونکہ اس سے اس میں

موجودہ جراثیم ہلاک ہو جاتے۔ ہل نہیں چلا سکتے کہ اس سے حشرات الارض کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ مچھریا مکھی بھی ڈنگ مارے تو بھی کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ گوتم بدھ یا مہاویر نے گوشت خوری کے متعلق کوئی واضح ہدایات نہیں دی گئی تھی، لیکن غالباً ان مذاہب میں اس تصور کو تقویت فلسفہ ہمہ اوست کے سبب ملی، جب ہر شے میں خدا کو دیکھا جائے تو پھر اسے کیسے کسی قسم کا نقصان پہنچایا جاسکتا ہے۔⁴

آہنسا کا عقیدہ سب سے پہلے جین مت کے تیر تھنکروں نے پیش کیا۔ اس کے بعد بدھ مت کے پیشواؤں نے بھی انہی تعلیمات کو اپنایا اور بدھ مت اس میں پلّی پھولی۔ ان دو فرقوں کے اثرات سے ہندومت متاثر ہو رہے تھے اور پھر اشوکا کے زمانے میں بدھ مت کی دعوت جس تیزی سے پھیل رہی تھی اس نے ہندو مذہبی لوگوں میں تشویش کی لہر دوڑادی۔ قریب تھا کہ ان کی تعلیمات سے بہت سے لوگ بدھ مت اور جین مت میں شامل ہو جاتے۔ اس لیے ہندو مذہب کے کچھ بڑوں نے بھی آہنسا کے نظریے کو اپنے مذہب میں شامل کر لیا۔ یہاں پر بدھ مت کے آہنسا کا نظریے کو یوں بیان کیا جاتا ہے:

"بودھ مت ایک آہنسانی مذہب ہے۔ اس میں ہر ذی روح شے کو معصوم قرار دیا گیا۔ اور انسان سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے کیڑے تک ہر جاندار کی عصمت اس معنی میں تسلیم کی گئی ہے کہ اس پر کسی حال میں تجاوز نہیں کیا جاسکتا۔ بودھ کے احکام عشرہ میں پہلا تاکید یہ تھا کہ "کسی جاندار کو ہلاک نہ کرو۔" کو بھکشو عمداً کسی جاندار شے کو اس کی زندگی سے محروم کرے، وہ اس قانون میں ناقابلِ عفو جرم کا مرتکب ہے۔ حد یہ ہے کہ وہ بھکشوؤں کو برسات کے تین مہینوں میں گوشہ عزلت سے باہر نکلے تک کی ممانعت کرتا ہے، تاکہ زمین پر چلنے سے حشرات الارض نہ کچلے جائیں۔"⁵

انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ بدھ اپنے پیروکاروں کو نہ صرف قتل و غارت گری سے منع کرتا ہے، بلکہ دوسرے لوگ بھی اگر قتل و غارت گری کرتے ہوں تو ان کا تماشا کرنے سے بھی منع کیا ہے، چنانچہ ان کی مذہبی کتاب پکتیہ دھما میں ۴۸ ویں دفعہ میں لکھا ہے:

"جو بھکشو بلا کسی وجہ معقول کے ایک ایسی فوج کو دیکھنے جائے، جو جنگ کے لیے صف بستہ ہو تو وہ پکتیہ جرم کا مرتکب ہو گا۔" اور دفعات ۴۹، ۵۰ کے الفاظ یہ ہیں:

"اگر اس بھکشو کے فوج کی طرف لے جانے کی کوئی معقول وجہ ہو تو وہ صرف دو یا تین راتوں تک وہاں ٹھہر سکتا ہے۔ اور وہ اس سے زیادہ ٹھہرے، تو یہ پکتیہ ہے۔"

"اور اگر وہ وہاں دو یا تین رات کے دوران قیام، میدان جنگ کی صف آرائی یا افواج کی سیہ شہاری یا قوائے حرب کی صف بندی یا معائنہ کے موقع پر جائے، تو یہ بھی پکنتیہ جرم ہے۔"⁶

اب اسلامی تعلیمات میں عدم تشدد کے نظریے کی طرف آتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات اپنے معتدل نظام فکر کی طرح اس معاملے میں بھی افراط و تفریط سے بچنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام نہ تو بدھ مت، جین مت اور ہندومت کے مذہبی عقائد کی مانند ترک دنیا، ترک لذائذ کا درس دیتا ہے اور نہ ہی بالکل دنیا پرستی کا داعی ہے، بلکہ اس معاملے انسانی فطرت کا لحاظ رکھتا ہے۔ اسی طرح نہ تو مجر د زندگی کا قائل ہے اور نہ ہی نفس پرستی چاہتا ہے۔ اسی طرح اسلام، دین امن ہے، امن و آشتی اس دین کا مقصود ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس امن کو قائم رکھنے کے لیے اور پر امن لوگوں کو چھیڑنے والوں اور ان کے حقوق سلب کرنے والوں، غصب کرنے والوں کے ساتھ پنپنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ اسی طرح دفع شر کے لیے صبر، برداشت اور معافی کو بھی پسندیدہ قرار دیتا ہے۔

اسلامی نظام حیات اور اسلامی تہذیب و معاشرت کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

توحید: سب سے پہلے اور سب سے اہم پہلو جو ہم زندگی کے رخ پہ دیکھتے ہیں، وہ توحید ہے۔ توحید کی تکمیل تب ہوتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ تو عبادت و بندگی میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور نہ ہی حکومت و بادشاہی میں کسی اور کا بنا ہو قانون اور ضابطہ، قرآن و سنت کے مقابلے میں مانا جائے۔ یہی توحید ہر مرحلہ حیات میں نظر آتا ہے۔ اسلامی نظام حیات میں شرک اور بت پرستی کی کوئی گنجائش نہیں۔

دین اسلام نے ایمان کے بعد جو حقوق مقرر کیے ہیں، اس کے دو حصے ہیں، یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ اور دیکھا جائے، تو حقوق العباد پر بہت روز دیا گیا ہے، کیونکہ حقوق اللہ تو اللہ تعالیٰ، جس کے لیے چاہے گا، بخش دے گا لیکن حقوق العباد کے لیے، عباد کو اپنا حق دینا یا ان سے اپنا حق معاف کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اس شخص کا جنازہ تک نہیں پڑھتے تھے، جن کے ذمے کسی کا حق یا قرض وغیرہ باقی رہتا۔

جہاں تک اسلامی اصول حیات میں برداشت کے حوالے سے بات آتی ہے، اسلام اپنے پیروکاروں کو بات کرنے کا نہایت نرم انداز سکھاتا ہے، جب صرف گفتگو سکھانے کا یہ حال ہے، تو دیگر اصول حیات کی کیا حالت ہوگی۔ قرآن کریم میں ۹ مقامات پر صرف انداز گفتگو کا طریقہ سکھایا گیا ہے، مثلاً سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری ہے: **وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا**⁷ یعنی قول کریم یا عزت والی بات کی تلقین کی گئی ہے، عزت والی گفتگو کرنے سے دوسرے کے دل میں گھر کیا جاسکتا ہے۔

قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا^۹ یعنی درست بات کہنا۔ درست بات کہنے سے معاشرے میں امن قائم ہو جاتا ہے اور قائم رہتا ہے۔

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا^{۱۰} یعنی بھلی بات کہا کرو۔ معروف وہ ہوتا ہے، جو انسانی فطرت کے ساتھ آشنائی رکھتا ہے۔

قول طیب، مَثَلًا کَلِمَةً طَيِّبَةً^{۱۰} پاک کلام ہی انسانی معاشرے گندگیوں سے پاک رکھتی ہے۔ اسی طرح قولِ بلغ (بامقصد بات) وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا^{۱۱} ایسی گفتگو جو سننے والے کے دل و دماغ میں پوری طرح جذب ہو جائے۔ یا گفتگو میں مقصدیت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

وَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا^{۱۲} قول لین (نہایت نرم بات)، نرم بات میں بڑا اثر ہوتا ہے، انسان کو اچھائی پر اکساتا ہے، جبکہ سخت لہجہ اسے مزید مقابلہ کرنے کے لیے تیار کرتا ہے۔

وَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا^{۱۳} قول میسور (آسانی کی بات)، آسان اور انسانی عقل کے مطابق بات کرنا انسان کو فطر تاً پسند ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ^{۱۴} قول صدق (سچی بات)، صداقت اور سچائی انسان میں اصل انسانیت کو اجاگر کرتا ہے۔

إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا^{۱۵} قول سلام (دفع شر اور ایک دوسرے کو عافیت کی بات کہنا) جاہل لوگوں سے مخاطب اور گفتگو سے اکثر اوقات جھگڑے اور فساد پھیلتا ہے۔ اس لیے اس خراب عادت سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ تو صرف اندازِ گفتگو، اخلاقیات سکھانے کا ایک پہلو ہے، اس کے علاوہ دیگر پہلوؤں کے بارے میں بھی زبردست اور شاندار اصول موجود ہیں۔

اسلام عبادات کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق ہی نہیں، جانوروں کے ساتھ بھی رحم کا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ مفہوم حدیث ہے کہ اپنی سواری یا چوپائے پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال، اسی طرح ایک حدیث میں کہ ایک رقاہ نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا، جس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کر دی اور ایک عبادت گزار عورت کی اس وجہ سے پکڑ ہوئی کہ اس نے ایک بلی کو بند کر رکھا تھا، نہ خود اسے کچھ کھانے کو دیتی تھی، نہ چھوڑ رہی تھی کہ خود اپنے لیے کچھ تلاش کرتی، چنانچہ وہ بھوک پیاس سے مر گئی تھی۔

اسی طرح اسلام نے ہمیں کسی ایسے درندے کو بھی اذیت ناک طریقے مارنے کی ممانعت کر دی ہے، البتہ جن جانوروں سے خود انسان کو خطرہ ہو، تو انسانی جان کی زیادہ قدر ہونے کی وجہ سے اس ضرر رساں کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اسلام انسانی جان کو جتنا اہم سمجھتا ہے، اتنا کوئی مذہب اہم نہیں سمجھتا، ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ "اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا، جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔" یہی وجہ ہے کہ بعض مذاہب نے آہنسا کے نام سے ایک ایسا طرز حیات اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ جانوروں اور حشرات کی زندگی انسانی زندگی سے بڑھ کر اہم ہو جاتی ہے حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے، یہ سب چیزیں تو اس کے فائدے کے لیے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ انسان کو سادگی، عمدہ اخلاق، درگزر، بہادری اور ایسے اعلیٰ صفات سے متصف ہونا چاہیے۔

اسلام انفرادی کے ساتھ اجتماعی اخلاقیات پر زور دیتا ہے، کیونکہ اجتماعی اخلاقیات کی درستگی، اجتماعی خوشحالی کا باعث بنتا ہے۔ اسلام اگر ایک طرف نیکی، خوش اخلاقی اور ایسے ہی دیگر پسندیدہ کاموں کی طرف راغب کرتا ہے، وہاں ان عادات کا رستہ بھی روکتا ہے، جو بد اخلاقی یا معاشرے کی خرابی کی وجہ بنتا ہے مثلاً جھوٹ، چغلی، غیبت وغیرہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

اربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت خصلة من النفاق حتى يدعها، اذا ائمن خان، واذا حدث كذب، واذا وعد اخلف، واذا خاصم فجر۔¹⁶

ترجمہ: "چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی، وہ پکا منافق ہو گا اور جس شخص کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اسے ترک کر دے، (وہ چار خصلتیں یہ ہیں): جب اس کے پاس امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب کسی سے جھگڑا ہو جائے تو گالی پر اتر آئے۔"

غصہ ایک ناپسندیدہ عادت ہے، جس کی وجہ سے اکثر اوقات ایک انسان گہرے دوست گنوا دیتا ہے اور عموماً لوگ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے، چنانچہ ایسی ناپسندیدہ چیز کو قابو کرنے کے لیے اسلام ہمیں مختلف ہدایات دیتا ہے۔ قرآن و سنت ہماری تربیت کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے۔ غصے پر قابو کرنے کے حوالے سے آقائے دو جہان ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

قال رسول الله ﷺ ليس الشديد بالصرعة، انما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب۔¹⁷

ترجمہ "طاقتور وہ شخص نہیں، جو کشتی میں دوسروں کو بچھاڑ دیتا ہے، بلکہ طاقتور تو درحقیقت وہ ہے، جو غصے کے موقع پر اپنے آپ کو قابو رکھتا ہے۔"

انسانی معاشرے میں بدلہ اور انتقام لینے کو ایک اہم اور ضروری امر خیال کیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی طبعی رحمہ کی بنیاد پر معافی کو پسند کرے، تو ایسے شخص کو عام طور پر ملامت کیا جاتا ہے۔ یہ کام اہل عرب میں بہت عام تھا۔ اسلام نے اس چیز کو ختم کر کے عدم تشدد کو حقیقی معنوں میں اپنایا، باقی اقوام و مذاہب میں پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعلیمات میں تو آہنسا کی دعوت دی جاتی ہے لیکن خود اس مذہب کے ماننے والوں میں یہ چیز بالکل نظر نہیں آتی، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی دعوت انسانی فطرت کے منافی ہے۔

فخر انسانیت ﷺ نے اس چیز کو اہل عرب کے اندر محض تعلیماتِ لسانی سے ختم نہیں کیا، بلکہ خود اس کا عملی نمونہ بنے، طاقت ہونے کے باوجود اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا، اپنی بیٹی اور چچا کے قاتلوں کو معاف کر دیا۔ پھر ان کی عظیم باتوں کا اہل عرب پر اثر کیونکر نہ ہوتا۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے:

عن ابی ہریرۃ قال، قال رسول اللہ ﷺ قال موسیٰ بن عمران علیہ السلام
یا رب من اعز عبادک عندک؟ قال من اذا قدر غفر۔¹⁸

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: "اے میرے رب! آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے پیارا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ جو انتقامی کاروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔"

اسلام امن و محبت کا پیغام ہونے کے ساتھ ساتھ امن و محبت کو نقصان پہنچانے والوں اور ایسے ہی ضرر رساں لوگوں کی حمایت و طرف داری کرنے سے بھی منع کرتا ہے۔ اسی طرح عصبیت اور نفرت کی بنیاد پر گروہ بندی کرنے کے فعل کو جاہلانہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے:

فسیلة انها قالت سمعت ابی یقول: سالت رسول اللہ ﷺ فقلت، یا رسول
اللہ امن العصبیۃ ان یحب الرجل قومہ؟ قال لا، ولكن من العصبیۃ ان
ینصر الرجل قومہ علی الظلم۔¹⁹

حضرت فسیلہؓ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ میں نے نبی مکرم ﷺ سے عصبیت کے متعلق پوچھا کہ کیا اپنے لوگوں سے محبت کرنا عصبیت ہے؟ تو آقائے دو جہان ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملے میں اپنے قوم کا ساتھ دے۔"

چغلی، غیبت، بہتان، بدگمانی، ٹوہ لگانے اور الزام تراشی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ، وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔²⁰

ترجمہ: اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ زیادہ گمان کرنا گناہ ہے، اور ٹوہ نہ لگاؤ، اور نہ ہی تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے سخت ناپسند کرو گے، سو اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

چغلی ایک نہایت قبیح عادت ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں تباہی کا ایک رستہ کھل جاتا ہے۔ اس قباحت کی روک تھام نہایت ضروری ہے ورنہ انسان انسان کا دشمن بن جائے گا، چنانچہ آنحضور ﷺ نے اس بارے میں کیا ہدایت دی ہے، دیکھیے:

عن حذيفة: سمعت رسول الله ﷺ يقول، لا يدخل الجنة نمام۔²¹
ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔"

حسد جیسی برائی پورے معاشرے کو تباہ و برباد کریتی ہے، اس حوالے سے اسلام کیا ہدایات دیتا ہے۔

عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال: إياكم والحسد، فإن الحسد ياكل الحسنات كما تاكل النار الحطب۔²²

ترجمہ: اپنے کو حسد سے بچاؤ، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کرتا ہے، جس طرح آگ لکڑیوں کو بھسم کر ڈالتی ہے۔"

عدم تشدد کو یہ لوگ جو نام دیتے ہیں، اسلام اس کے مقابلے میں وقار و سنجیدگی اور بردباری کو نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کے ایک لیڈر کو مخاطب

کر کے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اندر دو ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں، جو اللہ کو پسند ہے اور وہ ہیں بردباری اور سنجیدگی و وقار۔

ان النبی ﷺ قال لا شج عبد القیس، "ان فیک لخصلتین یحبہما اللہ، الحلم، والاناۃ۔²³ سادگی کی ترغیب دینے کے لیے فرمایا کہ سادگی ایمان میں سے ہے۔ محبت کو معاشرے میں عام کرنے کے لیے سلام کو زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ، بلکہ اسے انسانی معاشرے میں محبت کا گز قرار دیا گیا ہے۔ اسلام جس سادگی کی بات کرتا ہے، وہ انسانی فطرت سے قریب تر ہے۔

اسلام محض معافی ہی کو نہیں، بلکہ دوسرے کی غلطی کو بعض اوقات نظر انداز کرنے کی دعوت دیتا ہے، کیونکہ انسان کی کمزوریوں کو جگہ دے دینی چاہیے۔ معافی کے بارے میں قرآن پاک کی ہدایت ہے کہ

وَلْيَغْفُوا وَلْيَصْفَحُوا²⁴

ترجمہ: اور لازماً معافی و درگزر کیا کرو۔

اسلام انسانی فطرت کے عین مطابق ہدایات دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے مسلمان کی ستر پوشی کو حدیث کے مفہوم کے مطابق بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح صبر کو اسلام نے بہترین نیکی قرار دیا۔ تکالیف اور مصائب میں برداشت اور دلیری سے ان کا مقابلہ کرنے والوں کو اسلام بڑی قدر و منزلت کی نظر دیکھا جاتا ہے۔ صبر و شکر قرآن کریم میں مومنوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَاسْتَعِذُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَأِنَّهَا لَكِنَبِيرٌ أَلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ²⁵

ترجمہ: "اور صبر اور نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد و استعانت مانگو اور یہ کام سوائے خشوع کرنے والوں کے بڑا مشکل اور بھاری کام ہے۔"

اسی طرح ایک جگہ صابرین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ مشکل حالات میں کہتے ہیں:

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ²⁶

ترجمہ: "یہ ایسے لوگ ہیں، جنہیں کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور اس کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔" چنانچہ اگلی آیت میں ایسے لوگوں کے لیے بڑی کامیابی کی نوید سنائی گئی ہے۔ اسی طرح حدیث مبارکہ ہے:

قال النبی ﷺ من يتصبره الله، وما اعطى احد عطاء خيراً واوسع من الصبر۔²⁷

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو صبر دے گا اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں۔"

صبر کے متعلق ایک حدیث میں آپ ﷺ نے تکالیف پر صبر کرنے کو گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔

قال رسول الله ﷺ، ما يزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة في نفسه،

وولده وماله حتى يلقي الله تعالى وما عليه خطيئة۔²⁸

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "مومن مردوں اور عورتوں پر وقتاً فوقتاً آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔ کبھی خود اس پر مصیبت آتی ہے، کبھی اس کا لڑکا مر جاتا ہے، کبھی اس کا مال تباہ ہو جاتا ہے (اور وہ ان تمام مصیبتوں میں صبر اختیار کر لیتا ہے اور اس طرح اس کے قلب کی صفائی ہوتی رہتی ہے اور برائیوں سے دور ہوتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے تو اس حال میں ملتا ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔" توکل جیسی اعلیٰ صفت کے متعلق آنحضور ﷺ کی تعلیم ملاحظہ ہو:

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول، لو انكم تتوكلون على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصا وتروح بطاناً۔²⁹

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: "تم لوگ اگر اللہ تعالیٰ پر ٹھیک سے توکل کرو تو وہ تمہیں روزی دے گا، جیسے کہ چڑیوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح کو جب روزی کی تلاش میں گھونسلوں سے روانہ ہوتی ہیں تو ان کے پیٹ بچھے ہوئے ہوتے ہیں اور شام کو جب اپنے گھونسلوں میں آتی ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔"

مخلوق خدا کی خدمت کرنا اور ان کو ضرر دینے سے اپنے آپ کو بچانا، اس کی ترغیب کس طرح ملتی ہے۔

عن ابی ذر قال سألت رسول الله ﷺ ای العمل افضل؟ قال ایمان بالله وجهاد فی سبيله قال، قلت فای الرقاب افضل؟ قال اغلاما ثمنا وانفسها عند اهلها، قلت فان لم افعل؟ قال تعین صانعا او تصنع لآخرق، قلت فان لم افعل، قال تدع الناس من الشر فانها صدقة تصدق بها علی نفسك۔³⁰

ترجمہ: حضرت ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ "کون سا کام افضل اور معیاری ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا کہ کس طرح کے غلاموں کو آزاد کرانا زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے غلاموں کو آزاد کرنا جن کی قیمت زیادہ ہو اور جو اپنے مالکوں کی نگاہ میں بہتر ہوں۔ میں نے کہا کہ اگر میں یہ نہ کر سکوں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم کسی کام کرنے والے کی مدد

کر دیا اس شخص کا کام کر دو جو اپنے کام کو بہتر طریقہ پر نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ یہ بھی نہ کر سکوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو تکلیف نہ دو، تو یہ تمہارا صدقہ ہو گا جس کا اجر تمہیں ملے گا۔

توکل کے متعلق کے بارے ارشادِ ربانی ہے: **فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ**۔³¹

ترجمہ: "پس جب تم کسی کام کا پختہ ارادہ کر لو، تو اللہ پر بھروسہ کر لو۔"

توکل کی وضاحت بھی قرآن و حدیث میں جگہ جگہ کر دی گئی ہے، کہ لا پرواہی اور محنت سے جی چرانا، توکل نہیں، بلکہ توکل یہ ہے کہ آدمی اللہ کے بھروسے پر کسی کام کا آغاز کرے، اپنے جائز کاموں کے کرنے میں کسی قسم کا خوف اور ڈر پیش نظر نہیں لانا چاہیے۔

امام غزالی³² اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں:

"اگر تو خواہش کے سؤ کا مطیع ہے تو پلیدی، بے حیائی، لالچ، خوشامد، گندگی، دوسرے کی برائی پر خوش ہونا جیسی صفات پیدا ہوں گی اور اگر تو اس سؤ کا دبانے اور قابو کرنے میں کامیاب ہو گیا تو قناعت، حیا، شرم، دانائی، پارسائی، بے طمعی اور غریبی جیسی صفات پیدا ہوں گی۔ اور اگر تو غضب کے کتے کے تابع ہو گیا تو نڈر ہونا، ناپاکی، بڑا بول بولنا، غرور و تکبر، خود نمائی، طنز و تمسخر، دوسرے کو حقیر جاننا اور لوگوں سے الجھنا اور لڑنا جیسی باتیں تیرے اندر پیدا ہو جائیں گی۔ اور اگر تو اس کتے کو قابو میں رکھ سکا تو صبر، بردباری، درگزر، استقلال، بہادری، سکوت اور بزرگی جیسے صفات تیرے اندر نمایاں ہوں گے۔"³³

اسلامی تعلیمات محض شخص کی انفرادیت پر غور نہیں کرتا، بلکہ اجتماعی زندگی کو سامنے رکھتا ہے، لیکن اس کا، مطلب یہ بھی نہیں کہ اجتماعیت کی آڑ میں کسی فرد کے حقوق سلب ہوں۔ گذشتہ سطور میں اسلامی تعلیمات میں سے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں، ورنہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہی پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔ اہل عالم کے پاس اگر کوئی راستہ ہے کہ جس سے انسانیت کو کامل بھلائی حاصل ہو، تو وہ صرف اسلام ہی ہے، اور اس نے عملی طور پر دنیا کو اس کے نمونے دکھائے ہیں۔ الغرض اسلامی تعلیمات عدم تشدد ہر لحاظ سے بدھ مت اور ہندومت کے آہنسا سے بہتر، عمدہ، عملی اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

خلاصہ البحث:

دنیا کے دیگر گروہوں حالات کے پیش نظر جب امن عالم پر بحث کی جاتی ہے تو عالمی استعماری قوتیں اسلام کو ایک خونریز مذہب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان حالات میں بعض دیگر مذاہب کے خود ساختہ نظریات کی پرچار کی جاتی ہے، جن میں ہندومت اور بدھ مت کے آہنسا (عدم تشدد) کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام

نے عدم تشدد اور رواداری برداشت اور صبر و استقامت کے حوالے سے جو تعلیمات پیش کی ہیں، دیگر مذاہب کے پاس اس کا عشرِ عشر بھی نہیں۔ ہندومت، بدھ مت یا دیگر مذاہب میں آہنسا کا جو نظریہ پیش کیا جاتا ہے، ان کا اگر جائزہ لیا جائے، تو وہ بہت سے پہلوؤں کے لحاظ سے انسانی فطرت سے ٹکراؤ کھاتی ہے۔ اس کے علاوہ ان پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے، کہ بظاہر یہ نظریات انسان کو خوشنما نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً یہ نافذ العمل ہی نہیں ہو سکتے اور بالفرض اس پر عمل درآمد شروع بھی ہو تو یہ مسائل کو ختم کرنے کے بجائے اور اضافے کا سبب ہوں گے۔ اس کے مقابلے میں اسلام ایک طرف امن و محبت، رواداری، عدل و احسان، صبر و شکر، دیانت و امانت اور اس قسم کی اعلیٰ صفات انسان کے اندر پیدا کرتا ہے۔ اور یہ صرف الفاظ کا ہیر پھیر نہیں، بلکہ اسلام نے عملاً کر کے دکھایا ہے۔ فتح مکہ کے دن تمام دشمنوں کو باوجود طاقت اور اختیار کے معاف کر دینے کی عمدہ مثال نبی مکرم ﷺ کی سیرت کا اہم حصہ ہے۔ اس کے بعد خلافتِ راشدہ اور دیگر مسلم سلاطین کے تاریخی احوال ان کی مثالیں ہیں۔ اسلام صرف امن کی خواہش ہی نہیں رکھتا، بلکہ اسے نافذ بھی کرتا ہے اور اسے قائم بھی رکھتا اور جو لوگ اس امن عامہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں ان سے آہنی ہاتھوں پٹنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ تاکہ دنیا میں کوئی کسی کی آزادی کو ختم کر کے انہیں اپنا غلام نہ بنائے، نہ کسی کے حقوق سلب یا غصب ہوں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بدھ مت، ہندومت یا جین مت کی آہنسا صرف خاص لوگوں اور خاص زمانے تک ہے، جبکہ اسلامی اصول عدم تشدد دائمی اور عالمگیر ہیں، تاکہ کوئی بھی، کسی بھی زبان و جغرافیہ سے تعلق رکھنے والے اور کسی بھی زمانے میں رہنے والے ان زریں اصولِ حیات سے فائدہ اٹھا کر اپنے معاشرے کو امن و آشتی اور محبت کا گہوارا بنا سکے۔

تجاویز و سفارشات:

- عدم تشدد کے حوالے سے اسلام اور نصرانیت کا تقابلی تحقیقی جائزہ بھی لیا جانا چاہیے۔
- جین مت نے آہنسا کے نام سے جو اصول وضع کیے تھے، ان کا اسلامی اصولوں کی روشنی میں جائزہ لینا چاہیے۔
- ان اصول ہائے حیات نے انسانی معاشرے کو کیا فوائد اور نقصانات دیے، ان کا ایک ناقدانہ تجزیہ کر لینا چاہیے۔
- موجودہ یہودی قوانین میں رواداری اور صبر و توکل کے اصولوں کا اسلامی تعلیمات کے ساتھ ایک تقابلی اور تجزیاتی موازنہ کرنا چاہیے۔

- زرتشتیت کے عدم تشدد کے حوالے سے اسلام کے ساتھ موازنہ کرنا چاہیے۔
- کنفیوشس ازم کی تعلیمات میں آہنسا کے پر تو کا اسلامی اصولِ حیات سے ایک محققانہ جائزہ پیش کیا جائے۔
- تاؤ مت میں عدم تشدد کی تعلیمات کے بارے میں اسلام کے ساتھ تقابل کرنا چاہیے۔
- لادینی عناصر کی تعلیماتِ انسانی حقوق اور اسلام کے فلسفہ خدمتِ خلق کا ایک تجزیاتی تقابل کرنا چاہیے۔

حوالہ جات:

- 1۔ سورۃ المؤمن، ۲۰:۳۱۔
- 2۔ سورۃ الذاریت، ۵۱:۵۶۔
- 3۔ سورۃ الاحزاب، ۳۳:۷۲۔
- 4۔ حافظ محمد شارق، اسلام اور مذاہبِ عالم، ص ۸۹، ۸۸، علوم اسلامیہ پروگرام۔ www.islamic-studies.info
- 5۔ Vinaya Text. Vol.I p.46,298,301 بحوالہ الجہاد فی الاسلام از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، سولہواں ایڈیشن ۲۰۰۱ء، ص ۳۹۲، ۳۹۱، ادارہ ترجمان القرآن پرائیویٹ لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور۔
- 6۔ Vinaya Text. Vol.I p.43 بحوالہ کتاب ایضاً، ص ۳۹۲۔
- 7۔ سورۃ بنی اسرائیل، ۱۷:۲۳۔
- 8۔ سورۃ الاحزاب، ۳۳:۷۰۔
- 9۔ سورۃ النساء، ۴:۵۰۔
- 10۔ سورۃ ابراہیم، ۱۴:۲۴۔
- 11۔ سورۃ النساء، ۴:۶۳۔
- 12۔ سورۃ طہ، ۲۰:۴۴۔
- 13۔ سورۃ بنی اسرائیل، ۱۷:۲۸۔
- 14۔ سورۃ التوبہ، ۹:۱۱۹۔
- 15۔ سورۃ الفرقان، ۲۵:۶۳۔
- 16۔ صحیح البخاری، باب علامۃ المنافق، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۴۔
- 17۔ صحیح البخاری، باب الخذر من الغضب، الجزء ۸، رقم الحدیث: ۶۱۱۴۔
- 18۔ مشکوٰۃ المصابیح، الباب، فصل الثالث، جزء ۳، رقم الحدیث: ۵۱۲۰۔

حکم: امام بیہقی نے اسے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث میں اسی معنی میں حدیث مذکور ہے۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (ضعیف الجامع الصغیر وزیادۃ، محمد ناصر الدین البانی، ۹۵۲:۱، رقم الحدیث: ۴۰۶۶، المکتبۃ الاسلامی، بیروت س۔ن۔ شعب الایمان، احمد بن حسین البیہقی، ۵۵۰:۱۰، رقم الحدیث: ۷۹۷۴، مکتبۃ رشید للنشر ریاض، ۲۰۰۳م) اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت فسید کے واسطے اس کے والد سے نقل کیا ہے اس روایت کو واثلہ نے نقل کیا ہے، روایت مستند ہے۔ (ابوالعباس شہاب الدین احمد بن اسماعیل الکناانی الشافعی، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ، الجزء ۱، ص ۲۴۳، الطبعة الاولى ۱۹۹۹م، دار الوطن للنشر، الرياض صحیح البخاری، باب الاستغفار عن المسئلة، الجزء ۲، رقم الحدیث: ۱۴۶۹۔

19۔ مشکوٰۃ المصابیح، الباب، فصل الثالث، جزء ۳، رقم الحدیث: ۴۹۰۹۔

حکم: شعیب الارنوط نے مسند احمد کے حاشیہ میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (احمد بن محمد الشیبانی، مسند احمد، محقق شعیب الارنوط۔ ۲۸:۱۹۷، سن الطباعت، ۲۰۰۱م مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

20۔ سورۃ الحجرات، ۴۹:۱۲۔

21۔ صحیح مسلم، باب بیان غلط تحریم، جزء ۱، رقم الحدیث: ۱۶۸۔

22۔ سنن ابوداؤد، باب فی الحسد، جزء ۴، رقم الحدیث: ۴۹۰۳۔

حکم: البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (محمد ناصر الدین البانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ، ۳:۴، رقم الحدیث: ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، سن طباعت، ۱۹۹۲م، دار المعارف ریاض۔ محمد ناصر الدین البانی، تحقیق ریاض الصالحین، ص ۵۴۳، رقم الحدیث: ۱۵۷۷، المکتبۃ الاسلامی، بیروت، س۔م)

23۔ صحیح مسلم، باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ، جزء ۱، رقم الحدیث: ۲۶۔

24۔ سورۃ النور، ۲۴:۲۲۔

25۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۴۵۔

26۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۱۵۶۔

27۔ صحیح بخاری، باب الاستغفار عن المسئلۃ، جزء ۴، رقم الحدیث: ۱۴۶۹۔

28۔ الجامع الکبیر، سنن ترمذی، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، الجزء ۴، رقم الحدیث: ۲۳۹۹۔

حکم: امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

29۔ الجامع الکبیر، سنن ترمذی، باب فی التوکل علی اللہ، الجزء ۴، رقم الحدیث: ۲۳۴۴۔

حکم: اس حدیث کے تحت امام ترمذی لکھتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح، لا نعرفہ إلا من هذا الوجه وأبو تميم الجشاني اسمه: عبد الله بن مالك۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، ہمیں اس کے بارے معلوم نہیں، سوائے اس کے کہ ابو تمیم الجیشانی، جس کا نام عبد اللہ بن مالک ہے، کے واسطے ہم نے نقل کیا ہے۔

30۔ صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ، الجزء ۱، رقم الحدیث: ۱۳۶۔

31۔ سورۃ ال عمران، ۱۵۹:۳۔

32۔ محمد بن محمد، غزالی، طوسی، ابو حامد صوفی اور فلسفی تھے۔ تقریباً ۲۰۰ کتابیں تصنیف کیں۔ ۴۵۰ھ بمطابق ۱۰۵۸ء طبران میں پیدا ہوئے، جو صوبہ خراسان کے طوس شہر کا مضافاتی گاؤں تھا اور اسی گاؤں میں ۵۰۵ھ کو بمطابق ۱۱۱۱ء وفات پائی۔ نیشاپور، بغداد، حجاز، شام اور مصر کے سفر کیے۔ (وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان، ابو العباس شمس الدین احمد خلکان البرکلی الاربلی، جزء ۴، ص ۲۱۶، دار صادر بیروت۔)

33۔ محمد بن محمد الغزالی، امام، کیمیائے سعادت، مترجم مقبول الرحمن، ص ۲۶، سن طباعت ندارد، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔